OPEN ACCESS

ABHATH

(Research Journal of Islamic Studies)

Published by: *Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.*

ISSN (Print) : 2519-7932

ISSN (Online) : 2521-067X

Jan-March-2022

Vol: 7, Issue: 25

Email:abhaath@lgu.edu.pk

OJS:https://ojs.lgu.edu.pk/index.php/abhath/index

کلام اقبال میں مدحتِ رسول کے فنی محاسن

Characteristics of Nāāt e Rāsool SAW in Iqbāl's Poetry

Atta-Ur-Rehman Meo
Associate Professor،Lahore Garrison University:
drattaurehman@lgu.edu.pk

Abstract

Iqbal's poetry is adorned with natia kalam which is full of deep love for HAZRAT MUHAMMADﷺ .In his poetry, Iqbal not only describes the symbols and rites of Islam but also gets acquainted with Muhabbat e Rasoolﷺ. Love for RASOOLﷺ is essential for every muslim as it is a feature of our faith and also a compulsion of our life. Iqbal's natiya kalam is full of passion, true love for Rasool ﷺ, as Man's salvation is not possible without the love and grace of the Hazrat Muhammadﷺ. This is what he seems to be preaching throughout his poetry that we must adapt our lives to the pattern of the Rasoolﷺ. If man adopts the love of the Holy Prophetﷺ, then the pleasure of Allah becomes the destiny of man. This article will review the Natiya elements in Iqbal's poetry.

Keywords: natiya kalam, acquainted, feature, compulsion, grace, pattern, pleasure, destiny, elements

پاکیزہ اور پوتر اشعار جو نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں محبت اور عشق و سرمستی میں ڈوب کر لکھے جائیں اور سراسر آپؐ کے اوصاف حمیدہ پر مبنی ہوں نعت کہلائیں گے۔اللہ تعالی نے سب سے پہلے اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کی مدح و ثنا کی بنیاد رکھی۔ قرآن مجید آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ کا انمول خزینہ ہے۔اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے:

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو!تم بھی آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجو۔" اللہ رب العزت اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کی محبت میں نہ صرف خود رطب اللساں ہے بلکہ

اپنی ہر مخلوق کو اس بہترین عمل میں شامل ہونے کی تعلیم و ترغیب دیتے ہوئے اسوہ حسنہ ؐ کی پیروی کو راہِ نجات قرار دیتا ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ربانی ہے:

"بے شک تمہیں رسول اللہ ﷺ کی پیروی بہتر ہے اس کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتا ہو۔"[1]

اسی طرح سورۃ آل عمران کی ایک آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اے محبوب ﷺ! تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔"[2]

سورۃ الانشراح کی آیت نمبر 4 میں بیان فرمایا گیا ہے: "اور ہم نے آپ ﷺ کے لیے آپ ﷺ کا ذکر بلند کیا۔"[3]

درج بالا آیات کریمہ کے تراجم کی روشنی میں آپ ؐ کی شان میں اقبالؒ کی کہی گئی نعتیہ شاعری کا جائزہ لیتے ہیں تو اقبال کے بیش تر اشعار آپ ﷺ کی عقیدت و محبت میں ڈوبے ہوئے ان آیات کی تفسیر معلوم ہوتے ہیں اور وہ اپنی سرفرازی کی بنیاد عشق رسول ﷺ کو قرار دیتے ہیں۔ نعت کا فن بظاہر جتنا آسان نظر آتا ہے، یہ راہ اتنی ہی دشوار ہے۔ احتیاط و احترام کا دامن ہاتھ میں تھامے قلم اور فرطِ جذبات پر گرفت رکھتے ہوئے اپنی عقیدت کو احترام کے دائرے میں بیان کرنا، کسی عاشق رسول کا ہی خاصہ ہو سکتا ہے۔ اقبال نے باضابطہ طور پر ایک صنف کی حیثیت سے نعت پیش نہیں کی لیکن جب ان کا شعری وجدان جوش مارنے لگتا ہے تو اشعار خود بخود نعت کی صورت میں ڈھل کر سامنے آتے ہیں۔ اقبال کے کلام میں جابجا نعتیہ اشعار ہیں جو صرف مدح و عقیدت کے اظہار پر مبنی نہیں بلکہ اس میں مدح محبوب ﷺ ہے، ان کے مقام کی رفعت و تجلیات ہیں، آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کی صفات اور امت مسلمہ کو اس پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب و تلقین ہے، اپنی حالتِ زار، بے بسی، بے کسی پر نظر کرم کی فریاد ہے، ملت اسلامیہ کے زوال و انحطاط کا شعور ہے اور ان کی نجات کو یقینی بنانے کے لیے استغاثہ ہے۔ یعنی مدحت رسول ﷺ

---

[1] الاحزاب:۳۳،۲۱

Al Qur'ān:33،21

[2] آل عمران:۳،۳۱

Al Qur'ān:31,3

[3] الانشراح:۹۴،۴

Al Qur'ān:94,4

بھی ہے اور مقصد زندگی کا کلیہ سیرت رسول ﷺ بھی ہے۔ ملت بیمار کی حالت، غایت ہے اور نبی اقدس ﷺ کی نظر التفات کی التجا ہے۔ حاجت مدعا ہے اور نجات کی دعا ہے۔ انھوں نے اپنے کلام میں ہر ممکن کوشش کی ہے کہ قرآن اور حدیثِ رسول ﷺ سے ہٹ کر کوئی چیز صفحہ قرطاس پر منتقل نہ ہو۔ علامہ اقبالؒ خود اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں اگر قرآن و حدیث کے علاوہ کوئی بات کہوں تو قیامت کے روز مجھے آپؐ کے پاؤں مبارک کا بوسہ نصیب نہ ہو۔

"روز محشر خوار و رسوا کن مرا
بے نصیب از بوسہء پا کن مرا
گر دُر اسرار قرآں سفتہ ام
با مسلماناں اگر حق گفتہ ام"[4]

ہر زمانے میں آپ ﷺ کی تعریف و توصیف میں اہل علم و قلم نے اپنی والہانہ عقیدت کے پھول نچھاور کیے ہیں اور یہ صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ ہر ذی شعور جو تاریخ کا غیر جانب دارانہ شعور رکھتا ہے، اسے دنیا کے ہر معاملے میں انسانِ کامل کی صورت آپ ﷺ کی ذات میں دکھائی دیتی ہے اور وہ آپ ﷺ کی حیات کو ہی قابل تقلید سمجھتا ہے۔ آپ ﷺ کا ذکر خود خالق کائنات نے بلند کیا ہے، آپ ﷺ کے نام مبارک کو دن میں پانچ دفعہ بلند ہونے والی اذان کی صدا میں شامل کیا ہے۔ دنیا کے ہر حصے، ہر کونے میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے، وہیں آپ ﷺ پر درود و سلام کے گلہائے عقیدت بھی نچھاور کیے جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اَقدس میں لکھی گئی نعتوں کا اس قدر وسیع ذخیرہ اُردو، عربی، فارسی کے علاوہ دیگر زبانوں میں موجود ہے کہ جس کو ایک جگہ یکجا کرنا ممکن نہ ہو۔ اس محبت و عقیدت کا راستہ خود خالقِ کائنات قرآن مجید میں بتا کر ہمارے دلوں میں پیوستہ کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آداب و احترام کے پیمانے بھی مقرر کر دیتا ہے، جن کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے۔ کیوں کہ آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کا محب خود اللہ تعالی ہے، وہ اپنے حبیب ﷺ کے حضور کی گئی کسی بھی کوتاہی کو گوارا نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ جب حضور ﷺ کوئی فیصلہ فرمادیں تو پھر مومنین کو کچھ اختیار نہیں

---

[4] علامہ اقبال، ڈاکٹر، رموز بیخودی مشمولہ کلیات اقبال (فارسی)، لاہور، شیخ غلام اینڈ سنز، طبع ششم، ۱۹۹۰ء، ص:۱۶۸

Allāmah Iqbāl, Dr, Ramūz e Bykẖūdi, kulyāt e Iqbāl(fārsi),Lahore, šhaikẖ ġhulām and sons, edition 6th,1990,p:168

کہ وہ اس سے انحراف کریں۔ یہ محبت کا وہ اعلی و ارفع مقام ہے جہاں آواز کے بلند کرنے پر بھی قدغن لگادی گئی ہے۔ یہاں پر تھوڑی سی بے احتیاطی انسان کے اعمال کو ضائع کر کے اسے پستی میں ڈال سکتی ہے۔ دربارِ رسالت میں حفظ مراتب کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔ یعنی خالقِ کائنات محبت بھی خود کرتا ہے اور محبت کا معیار بھی خود بتاتا ہے۔ محبت کی اس سے اچھی مثال کیا ہوگی کہ اس محبت میں خدا ساری خدائی کو شامل کرلیتا ہے۔ اور اپنے حبیب ﷺ کا ذکر کرنے کو بہترین عمل قرار دیتے ہوئے سب کو اس کی ترغیب دیتا ہے۔ کائنات کی ہر مخلوق جن و بشر حتی کہ حجر و شجر بھی آپ ؐ کا ذکر کرتے ہیں۔ سعدی شیرازی نے حضور اکرم ﷺ کے حضور جس الفت وارفتگی اور والہانہ انداز میں اپنے عشقیہ جذبات کا اظہار فصیح و بلیغ رباعی لکھ کر کیا ہے، ان کا یہ اندازِ محبت نبی اقدس ﷺ کی بارگاہ میں قبولیت کی سند پا کر زبان زد عام ہو چکا ہے۔

"بلغ العلی بکماله　　کشف الدجیٰ بجماله
حسنت جمیع وخصاله　　صلوا علیه و آله"[5]

اقبال اور عشقِ مصطفی ﷺ:

علامہ محمد اقبالؒ کے رگ و پے میں محبتِ مصطفی ﷺ سموئی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ انھیں محبت کی یہ تربیت اپنے والدین سے ورثے میں ملی۔ اقبالؒ کے والد گرامی کی حضور ﷺ سے محبت اور عقیدت کا یہ عالم تھا کہ وہ ہر ایسے عمل سے پرہیز کرنے کی کوشش کرتے تھے جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے انھیں روز حشر شرمندہ کرے۔ اس ضمن میں اقبال نے اپنی تصنیف "رُموزِ بے خودی" میں اپنے بچپن کا ایک واقعہ درج کیا ہے:

"ایک سوالی (گدائے مبرم) دروازے پر صدائیں لگاتا رہا۔ اقبال نے اس کی اس گستاخی پر اسے ایک ڈنڈا دے مارا۔ والد بزرگوار نے یہ واقعہ دیکھا تو اقبال کی اس بدمزاجی پر شدت غم سے پیلے پڑ گئے۔ اپنے کمرے میں بیٹھے روتے رہے، تھوڑی دیر بعد اقبال کو بلایا اور نرمی سے کہا "بیٹے قیامت کے روز علما، صلحا اور شہدا حضور اکرم ﷺ کے گرد جمع ہوں گے۔ اس محفل میں جب اس مانگنے والے کی فریاد پر حضورؐ مجھ سے پوچھیں گے تو میرے پاس کیا جواب ہو گا یعنی اے شخص! اللہ نے ایک نوجوان مسلمان تیرے سپرد کیا تھا لیکن تو نے اسے میری ہدایات کا کوئی سبق نہیں

[5] محمد طاہر فاروقی، ڈاکٹر، اقبال اور محبتِ رسول ﷺ، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، طبع دوم، ۱۹۸۸، ص ۱۱۴

Muḥammad Tāhir Fārooqi, Dr, Iqbāl aūr Muḥabat e Rasūl, Lahore, Iqbāl Akādmy Pakistan, edition second, 1988, p:114

دیا؟ تونے اس مٹی کے ڈھیر کو انسان نہیں بنایا؟ بیٹے اپنے باپ پر ظلم نہ کر کہ اسے حضور اکرم ﷺ کے سامنے رسوا ہونا پڑے جب حضور اکرم ﷺ مجھ سے پوچھیں گے تو میں کیا جواب دوں گا۔

"حق جوانے مسلمے با تو سپرد   کو نصیبے از دبستانم نہ برد
از تو ایں یک کار آساں ہم نہ شد   یعنی آں انبار گل آدم نہ شد
بر پدر ایں جورِ نا زیبا مکن   پیش مولا بندہ را رسوا مکن
غنچہ ای از شاخسار مصطفیٰ   گل شو از باد بہار مصطفیٰ
از مقام او اگر دور ایستی   از میان معشر ما نیستی[6]

علامہ محمد اقبالؒ کو گھر کا ایسا پاکیزہ اور ساز گار ماحول ملا جس نے ان کی فکر و نظر پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے۔ اسی فکر کے اثرات آپ کی شاعری میں راہ پا گئے ہیں، جن کے واضح نقوش ان کے کلام میں دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی زندگی کا مقصد آپؐ سے سچا عشق تھا جس عشق کی اثر آفرینی کا جادو سر چڑھ کر بولے۔ وہ ہر حال میں آپ ﷺ کے عشق میں کامیاب و کامران ہونا چاہتے تھے۔ عشق حقیقی ہو یا عشق مجازی، دونوں صورتوں میں عاشق اپنے محبوب کے سامنے سرخ رُوئی چاہتا ہے۔ اقبالؒ کا عشق، عشقِ حقیقی تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ روزِ محشر انھیں آپ ﷺ کے سامنے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے۔ اسی لیے وہ خدا کے حضور ہاتھ اٹھا کر رو رو کر یہ دعا کرتے ہیں کہ اے میرے مالک! قیامت کے دن مجھے آپ ﷺ کے حضور شرمندہ نہ کرنا۔

قیامِ یورپ کے دوران فرنگی تہذیب و ثقافت کو اقبال نے انتہائی قریب سے مشاہدہ کیا۔ اس کے بعد اقبال کے دل میں قرآن اور اُسوہ رسول ﷺ کے ساتھ محبت پختہ ہو گئی۔ آپ نے بنظر غائر اسلام کا مطالعہ کیا تو آپ کے لیے مسلمانوں کے زوال کی وجوہ تلاش کرنا اور بھی آسان ہو گیا کہ یہ قرآن و سنت ﷺ سے دوری کے سبب ہے۔ اقبال نے جب قرآن کا گہرا مطالعہ کیا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ غیر اسلامی افکار نے تصوف کے راستے مسلمانوں کو مقصدِ حیات سے غافل کر دیا ہے۔ اقبالؒ نے غیر اسلامی تصوف پر بھی گہری تنقید کی کیوں کہ اس کے باعث مسلمان اپنی جہد حیات سے غافل ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے ان کے اندر سے قوتِ عمل ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ وہ ان فلسفیوں اور صوفیوں سے نالاں ہیں جنھوں نے انسانی زندگی کا اصل مقصد خودی کی فنا کو قرار دیا جس سے بہت سے مغالطے پیدا

[6] علامہ اقبال، ڈاکٹر، رموز بیخودی، مشمولہ کلیات اقبال (فارسی)، ص: ۱۳۲، ۱۳۱
Allāmah Iqbāl, Dr, Ramūz e Bykẖūdi, kulyāt e Iqbāl, p:131,132

ہو گئے۔ اس لیے اقبال نے خودی کی اہمیت، غایت وماہیت کے بارے میں لوگوں کے ذہنوں سے اوہام دور کرنے کے لیے ۱۹۱۴ء میں انجمن حمایتِ اسلام کے جلسے میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

" تصوف کے لٹریچر میں جہاں کہیں خودی کو مارنے کا ذکر آیا، وہاں عوام اس کے معنی غرور و تکبر کرتے ہیں جو زوائل سے ہے اور اس سے ہر مسلمان کو اجتناب کرنا چاہئے۔ متصوفین نے یہ لفظ غرور کے معنی میں استعمال نہیں کیا بلکہ احساس ذات، انا اور میں کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو مٹادے، اپنے نفس کی نفی کرے، تب معرفت کی منزل پر فائز ہو سکتا ہے، حالاں کہ یہ تصور بالکل اسلام کے خلاف ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ ہر انسان کی خودی نہ صرف قائم رہے بلکہ ارتقا کی منزلیں طے کر کے اس مقام پر پہنچ جائے جو اس کے لیے مقدر ہے اور اس سے بڑا کوئی مقام انسانی تصور میں نہیں آسکتا۔ "[7]

علامہ محمد اقبالؒ کے تصورِ خودی کی روح کو بہت سے نقاد حتیٰ کہ دانش ور بھی نہ سمجھ پائے جس کی وجہ سے ان کے فلسفۂ خودی کو بہت تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ اقبال رحمہ اللہ کی خودی اطاعتِ الٰہی اور ضبطِ نفس سے نمو پا کر نیابتِ الٰہی کے منصب پر فائز ہونے کے قابل ہوتی ہے اور اس منزل تک رسائی اطاعتِ رسولؐ کے باعث ہی ممکن ہے۔ ہمارے ایمان کی بنیاد ہی آپ ﷺ کی پیروی ہے۔ جب انسان اس پیروی کو اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے تو فنا فی الرسول ﷺ کا عملی مظہر بن جاتا ہے۔ اقبالؒ نے اپنے قلب کو عشق مصطفیٰؐ سے منور کیا اور وہ اپنی فکر و نظر کی روشنی اسی عشق سے کشید کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی ان کی ایسی رہنما اور رہبر بن گئی کہ دنیا کی چکا چوند اور چمک بھی پھر ان کی نظروں کو خیرہ نہ کر سکی۔

"تب و تاب بتکدہ ء عجم نرسد بسوز و گداز من
کہ بیک نگاہ محمد عربی، گرفت حجاز من"[8]

اقبال اپنے کلام میں اسی بات پر زور دیتے نظر آتے ہیں کہ جب دل و دماغ عشق نبی ﷺ سے منور ہو جائیں تو دنیا کی کوئی گمراہی انسان کا مقدر نہیں بن سکتی۔ اسی لیے اقبال اتباع رسول ﷺ کی دعوت دیتے ہوئے

---

[7] جاوید اقبال، ڈاکٹر، زندہ رود، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، طبع دوم، ۲۰۰۸ء، ص:۸۸
Jāved Iqbāl, Dr, Zindah Rūd, Lahore, Iqbāl Akādmy Pakistan, edition second,2008,p:88

[8] علامہ اقبال، ڈاکٹر، پیامِ مشرق مشمولہ کلیات اقبال (فارسی)، ۱۹۹۰ء، ص:۱۷۴
Allāmah Iqbāl, Dr, Pyām e Mašriq, kulyāt e Iqbāl (Fārsi),1990, p:174

ان کی تعلیمات کا پرچار کرتے نظر آتے ہیں۔ بحیثیت امت ہماری وحدت، ہمارا وجود، ہماری پہچان، ہماری زندگی و بندگی، ہمارا عمل ہر چیز حضور اکرم ﷺ کے فیض ہی کی بدولت ہے۔

"امتے بود کہ ما از اثر حکمت او
واقف از سر نہاں خانہ تقدیر شدیم"[9]

علامہ محمد اقبالؒ کی شاعری اسی عشق سے نمو پاتی ہے جو ان کے سینے میں سوز و گداز پیدا کر چکا تھا، جس نے انھیں سلیقۂ حیات کا شعور بخشا۔ وہ اس راز کو پا گئے کہ جس ہستی کا خود اللہ تعالی مدح ثنا ہے، اس کے ذکر اور اتباع کے بغیر فلسفۂ حیات کی گتھیاں نہیں سلجھائی جا سکتیں۔ اس کا بین اظہار اقبال کی شاعری میں نظر آتا ہے۔ اقبالؒ کا عشق ایک ابدی جذبہ ہے، سراپا عمل اور سعی پیہم ہے۔ اقبال مقام رسالت کی بلندیوں اور ہمہ گیریوں سے آشنائی رکھتے ہیں۔ وہ مقام لولاک لما خلقت الافلاک کی تجلیوں سے اپنی روح کو سرشار کیے ہوئے ہیں۔ اسی لیے اقبال کہتے ہیں:

"ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے"[10]

محبت مصطفی ﷺ اور احترام کے تقاضے:

کلام اقبال کی اثر آفرینی کا راز آپ ﷺ سے سچی محبت اور عشقِ رسول ﷺ میں پوشیدہ ہے۔ علامہ کے نزدیک عشق زندگی کا مقصد اور غایت الغایات ہے۔ اسی محبت معجزات سے صحرا نورد مسلمان دنیا میں مقتدر اور معزز بنا دیے گئے۔ یہ تمام عزت و احترام اور وقار و مرتبہ آپ ﷺ سے سچی محبت کے عوض اللہ تعالیٰ نے عرب کے صحرا

[9] علامہ اقبال، ڈاکٹر، پیام مشرق مشمولہ کلیات اقبال (فارسی)، ۱۹۹۰ء، ص:۱۳۸
Allāmah Iqbāl, Dr, Pyām e Mašriq, kulyāt e Iqbāl (Fārsi), 1990, p:138

[10] علامہ اقبال، ڈاکٹر، بانگِ درا مشمولہ کلیات اقبال (اردو)، لاہور، شیخ غلام اینڈ سنز، طبع پنجم، ۱۹۸۲ء، ص:۲۰۷
Allāmah Iqbāl, Dr, Bāng e Darā, kulyāt e Iqbāl (Urdu), Lahore, šhaikẖ ġhulām and sons, edition fifth,1982, p:207

نشینوں کو عطا کیا۔ آپؐ کے احترام کے بغیر آپ ﷺ سے محبت کا دعویٰ بے بنیاد ہے۔ ادب واحترام محبت وبندگی کی پہلی شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اپنے محبوب ﷺ کا ذکر بلند کیا بلکہ ان ﷺ کے مقام ومرتبے کو اتنا بڑھا دیا کہ اس مقام تک کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے روضۂ اَقدس کو جنت کا ایک ٹکڑا قرار دیا گیا ہے۔ روئے زمین پر اس سے بڑھ کر مقدس اور قدر ومنزلت والا قطعہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ کے ادب واحترام میں ہوا بھی سانس روک کر گزرتی ہے اور بڑے بڑے اولیا بھی برہنہ پا آپ ﷺ کے روضہ پر سانس روک کر حاضری دیتے ہیں کہ مبادا سانس کے زیر وبم کی آواز بھی بے ادبی کے زمرے میں شامل نہ ہو جائے۔

آخری عمر میں علامہ محمد اقبالؒ کی شدید خواہش تھی کہ وہ حج پر جائیں اور مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضری دے سکیں۔ عبدالرحمن طارق اقبال سے ملنے گئے تو سردیوں میں بیٹھے ہوئے دھوپ سینک رہے تھے۔ ان کی طبیعت پر ایک کیف اور وجد کا عالم طاری تھا۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آسمان کی طرف بار بار شہادت کی انگلی اٹھاتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں مذکورہ شعر پڑھ رہے تھے۔ اس سے اقبال کے عشق رسول ﷺ کی کیفیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے روضۂ اقدس پر جانے کے لیے بے چین تھے لیکن ان کی اس خواہش کی تکمیل میں کچھ مسائل حائل تھے۔ اقبال کی زبان میں وہ مسائل یہ تھے:

"اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حج کے لیے کچھ شرائط عائد کر رکھی ہیں۔ ان میں سے اہم ترین شرائط یہ ہیں کہ انسان کسی کا مقروض نہ ہو۔ والدین اور بیوی بچوں کے لیے خرچ چھوڑ جائے اور حج کے لیے اس قدر زادِ راہ لے کر جائے کہ کسی کا محتاج نہ ہو۔ میرے پاس نہ اتنی گنجائش ہے اور نہ میں یہ آرزو پوری کر سکتا ہوں۔ نتیجہ یہ ہے کہ فراق رسول ﷺ میں مرغِ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہوں اور اسی سوز ودرد کا شب وروز لطف لیتا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے علامہ اقبال کی آنکھوں سے دوبارہ آنسو ٹپکنے لگے اور آپ نے یہ رباعی دو تین مرتبہ پڑھی:

"غمِ راہی نشاط آمیز تر کن
فغانش را جنوں آمیز تر کن
بگیر اے سارباں راہ درازے
مرا سوز جدائی تیز تر کن"[11]

---

[11] سید قاسم محمود، پیام اقبال بنام نوجوانان ملت، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۴ء، ص:۱۴۷،۱۴۶
Syad Qāsim Maḥmūd, Pyām e Iqbāl Bnām Nūğwānān Milat, Lahore, Iqbāl Akādmy Pakistan, 2004, p:146,147

(اے ساربان راہِ مجاز! اس راہی کے غم میں نشاط و خوشی کا مزید اضافہ کر اور اس کے آہ و فغاں میں کچھ اور جنونِ عشق شامل کر۔ اے ساربان منزل! محبوب کی جانب کوئی اور راہ دراز اختیار کر اور یوں مرے سوزِ جدائی کو اور بھی تیز تر کر دے۔) وفات سے دس منٹ قبل اقبال نے اپنے بارے میں یہ رباعی کہی تھی جو وصال کے وقت آپ کے ہونٹوں پر جاری تھی:

"سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید
نسیمے از حجاز آید کہ ناید
سر آمد روز گارے ایں فقیرے
دگر دانائے راز، آید کہ ناید"[12]

اقبال کے نزدیک محبتِ رسول ﷺ کے بغیر انسان صفاتِ ایزدی کا اہل نہیں بن سکتا۔ پیغمبر اسلام ﷺ سے عشق و محبت ہر انسان کے لیے لازم ہے کیوں کہ جب خالق خود عاشقِ رسول ہے تو مخلوق کو بھی سر تاپا اسی کے عشق و محبت میں ڈوبا ہونا چاہیے۔ ان کی والہانہ عقیدت و محبت ان کی زندگی کے کئی واقعات اس کا عملی مظہر آتے ہیں۔ مولانا عبد المجید سالک فرماتے ہیں:

"ان کے گداز قلب اور رقت احساس کا یہ عالم تھا کہ جہاں ذرا حضور سرور کون و مکاں ﷺ کی رافت و رحمت یا حضور ﷺ کی سروری کائنات کا ذکر آتا تو حضرت علامہ کی آنکھیں بے اختیار اشک بار ہو جاتیں اور دیر تک طبیعت نہ سنبھلتی۔"[13]

علامہ اقبالؒ کے نزدیک محبتِ رسول ﷺ سرّ دین بھی ہے اور وسیلۂ دنیا بھی۔ اس کے بغیر انسان نہ تو دین کی عظمت کو پا سکتا ہے اور نہ ہی رضائے خداوندی کا طالب ہو سکتا ہے۔ ان کی محبت و عشق کی کیفیات کی اثر انگیزی ان کی زندگی کے کئی واقعات سے منعکس ہوتی ہے۔ جناب سید وحید الدین "روز گار فقیر" میں اس حوالے سے یوں رقم طراز ہیں:

---

[12] سید قاسم محمود، پیام اقبال بنام نوجوانان ملت، ص:۳۸

Syad Qāsim Maḥmūd, Pyām e Iqbāl Bnām Nūğwānān Milat,p:38

[13] چراغ حسن حسرت، اقبال نامہ، لاہور، ہونہار بک ڈپو، ۱۹۴۰ء، ص:۵۱

Chrāġ e Hasan Hasrat, Iqbāl Nāmah, Lahore, Hūnahār book depu,1940, p:51

"اقبال کی شاعری کا خلاصہ، جوہر اور لب لباب عشق رسول ﷺ اور اطاعت رسول ﷺ ہے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کی محبتوں میں عشق رسول ﷺ کے جو مناظر دیکھے ہیں ان کا لفظوں میں پوری طرح اظہار بہت مشکل ہے۔"[14]

اتباع رسول ﷺ کی دعوت:

محبت کا دعوی اس وقت تک بے معنی اور بے اثر ہے جب تک محبوب کی مکمل پیروی اختیار نہ کی جائے۔ محبوب کی محبت میں اسی کی طرز پر اپنے آپ کو ڈھالنا اتباع کی کلید ہے۔ اس کے لیے چشم بینا بیدار کرنے کی ضرورت ہے جس سے معشوق کے جمال کا مشاہدہ کیا جاسکے۔ جب معشوق وہ ہو جس کا عاشق رب ہے تو اس کی عظمت و رفعت کی بلندیوں کا اندازہ کرنا عام انسانی ذہن کے بس کی بات نہیں ہے۔ ان کے مقام و مرتبے کا ادراک جبریل علیہ السلام بھی نہ کر سکے کہ ان کی حد بھی اس مقام تک نہیں ہے جہاں حضور ﷺ کی رسائی ہے۔ اقبالؒ امتِ مسلمہ کو حضور ﷺ کی اتباع کا پیغام دیتے ہوئے جابجا اس بات کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں کہ اپنی سوچ اور فکر کو تعلیماتِ محمدی ﷺ کے رنگ میں ڈھال کر راہِ جاوداں کی طرف گامزن ہو تا کہ اللہ کی خوشنودی کو شاملِ حال کرتے ہوئے کامیابی و کامرانی کے زینے طے کرتے جاؤ۔ اپنی حقیقت کو پہچانتے ہوئے دریائے ملت کا وہ قطرہ بن جاؤ جس سے نہ صرف ملت کی بنیاد مضبوط ہو بلکہ فرد کی اپنی خودی مستحکم ہو۔

"گفت اقوام و ملل آیات اوست
عصر ہائے ماز مخلوقات اوست
از دم او ناطق آمد سنگ و خشت
ما ہمہ مانند حاصل او چو کشت
پاک سازد استخوان و ریشہ را
بالِ جبریلے دہد اندیشہ را
آفتابش را زوالے نیست نیست

[14] فقیر سید وحید الدین، روز گار فقیر، جلد اول، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، س۔ن، ص، ص:۹٦،۹۵
Faqir Syed ūḥeed al-din, Rūzgār e Faqir, volume 1, Lahore, maktabh tameyr e insānyat, n.d, p:95,96

منکر او کمالے نیست نیست"[15]

(میں نے رومی سے درخواست کی کہ مجھے پیغمبری کے بارے میں آگاہ فرمائیے تو انہوں نے فرمایا! قومیں اور ملتیں پیغمبری کی ہی نشانیاں ہیں۔ یعنی پیغمبر اپنی تعلیمات کے ذریعے ایک پیغام رساں قوم تیار کرتا ہے۔ ہمارے زمانے بھی پیغمبر کے دیے ہوئے پیغام کی پیداوار ہیں، پیغمبر زمانے کو اپنی تعلیمات کے مطابق ڈھالتا ہے۔ پیغمبر کے دم سے اینٹ، پتھر بھی گویائی حاصل کر لیتے ہیں۔ پیغمبر کی حیثیت کھیت کی سی ہے اور ہم سب اس کا حاصل ہیں۔ پیغمبر، ہڈیوں اور ریشوں کو پاک کر کے، فکر انسانی کو شہ پر جبریل کی قوت عطا کر دیتا ہے۔ اس کی تعلیمات کے سورج کو زوال نہیں ہے، اس کی تعلیمات سے منہ موڑنے والے کو کبھی کمال حاصل نہیں ہو سکتا، ہر گز نہیں ہو سکتا۔)

"شکوہ سنجِ سختیِ آئیں مشو
از حدودِ مصطفی بیروں مرو"[16]

(آئین و احکامات کی سختیوں کی شکایت مت کرو۔ حضور اکرم ﷺ کی متعین کردہ حدودِ شریعت سے کبھی اپنا قدم باہر مت نکالو۔)

اتباعِ رسولؐ کی ترغیب دیتے ہوئے آپ امت مسلمہ کو اس راہ کو اختیار کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور اس راہ سے منہ موڑنے کی صورت میں تنبیہہ کرتے ہیں۔

"کشودم پردہ را از روئے تقدیر
مشو نومید و راہِ مصطفی گیر
اگر باور نہ داری آنچہ گفتم
ز دیں بگریز و مرگ کافرے میر"[17]

---

[15] علامہ اقبال، ڈاکٹر، جاوید نامہ مشمولہ کلیات اقبال (فارسی)، ۱۹۹۰ء، ص:۴۵، ۴۶
Allāmah Iqbāl, Dr, Jāved Nāmah , kulyāt e Iqbāl, 1990, p:45,46

[16] علامہ اقبال، ڈاکٹر، اسرارِ خودی، مشمولہ کلیاتِ اقبال (فارسی)، ۱۹۹۰ء، ص:۴۱
Allāmah Iqbāl, Dr, Isrār e kẖūdy, kulyāt e Iqbāl,1990, p:41

[17] علامہ اقبال، ڈاکٹر، ارمغانِ حجاز، مشمولہ کلیات اقبال (فارسی)، ۱۹۹۰ء، ص:۶۷
Allāmah Iqbāl, Dr, Armaġān e Hijāz, kulyāt e Iqbāl,1990, p:67

(میں نے تقدیر کے چہرے سے پردہ اٹھادیا ہے، مایوس نہ ہو، بس حضور اکرم ﷺ کے راستے اور ان کی لائی ہوئی شریعت پر چلنا شروع کر دے لیکن اگر تجھے میری بات پر یقین نہیں ہے، تو دین کی راہ سے ہٹ جا اور کافر کی موت مر۔)

محبتِ رسولؐ کے عملی تقاضے:

محبت تب پائیدار اور مستحکم صورت اختیار کرتی ہے جب اسے عملی طور پر اختیار کیا جائے۔ اپنے اعمال، افعال، حال و قال ہر چیز محب کی محبت میں رنگ کر اسی کا ڈھنگ اپنالیا جائے اور جب بات ہو محبتِ رسول ﷺ کی تو زندگی کے ہر عمل میں ہر پہلو میں حضور ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ یہ محبت اس بات کی متقاضی ہے کہ زندگی میں عملی طور پر آپ ﷺ کا راستہ اپنایا جائے۔ ہماری زندگی کی ترجیحات اور معیارات وہی ہونے چاہییں جو آپ ﷺ نے زندگی گزارنے کے لیے مقرر کیے ہیں۔

"محبت از نگاہش پائیدار است
سلوکش عشق و مستی را عیار است
مقامش عبدہ آمد و لیکن
جہانِ شوق را پروردگار است"[18]

(حضور اکرم ﷺ کی نگاہِ کرم ہو جائے، تو تیری محبت پائیدار ہے۔ انؐ سے عشق کرنے کا معیار یہ ہے کہ انہیؐ کا راستہ عملی زندگی میں اپنایا جائے۔ ان کا مقام 'عبدہ' بتایا گیا ہے لیکن وہ بندہ عشق کے جہان کا پروردگار ہے۔ جہانِ عشق آپ ﷺ ہی کی وجہ سے زندہ ہے۔)

حبِ مصطفیٰ ﷺ، وجہ تخلیقِ جہاں:

آپ ﷺ کی وجہ سے ہی اس عالم کشاکش کو رنگ و بو سے بھر دیا گیا ہے اور رسالتِ محمدیؐ کے باعث ہی اس ملت میں روح پھونکی گئی ہے۔ جیسا کہ مولانا ظفر علی خان فرماتے ہیں:

[18] علامہ اقبال، ڈاکٹر، ارمغانِ حجاز، مشمولہ کلیات اقبال (فارسی)، ۱۹۹۰ء، ص:۹۱
Allāmah Iqbāl, Dr, Armaġān e Hijāz, kulyāt e Iqbāl,1990, p:91

"سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایتِ اُولیٰ تمہی تو ہو"

آپؐ کی بدولت ہی سورج نے روشنی پائی اور آپ ﷺ کے دم قدم سے ہی جہان نے زندگی پائی۔ آپ ﷺ کے نور کے طفیل ہی اس ملت کا وجود اُبھرا۔ آپؐ کی آمد سے تاروں نے چمکنا اور ذروں نے دمکنا سیکھا۔ آپؐ کی رہنمائی سے منزلوں نے اپنا مقام پایا۔ عشق نے اپنا جہاں پایا۔ یعنی وجہ آفرینش اور مقصد حیاتِ انسانی عشق رسول ﷺ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ قرآن بھی اوّل تا آخر محبتِ رسولؐ کے ذکر سے معمور ہے۔

"ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
آں کہ از خاکش بروید آرزو
یازِ نورِ مصطفیؐ او را بہاست
یا ہنوز اندر تلاش مصطفی است"[19]

(جہاں جہاں بھی رنگ وخوشبو کی دنیا تمہیں نظر آرہی ہے، ہر وہ دنیا جس کی خاک سے آرزوئیں جنم لیتی ہیں۔ یاتو اس کی قیمت نورِ محمدی ﷺ کی وجہ سے ہے یاوہ دنیانورِ محمدی ﷺ کی تلاش میں سرگرداں ہے۔)

"ہر کجاہنگامہ ءعالم بود رحمتہ للعالمین ہم بود"[20]

(جہاں جہاں بھی دنیا کی رونقیں ہیں وہاں حضور ﷺ کی صفت رحمتہ للعالمین موجود ہے۔) اُردو شاعری کی تاریخ میں اقبال کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو محورومرکز بناکر اپنی تخلیقی وفور کے ذریعے اُمتِ مسلمہ کی تکالیف اور مسائل کو اُجاگر کیا۔ اقبالؒ کی شاعری کا یہ بھی وصف ہے کہ اقبال کا تاریخی شعور ماضی کی بازگشت بن کر ایک مسلمان ہونے کے ناتے ماضی کے شاندار کارناموں کو نمایاں کرتارہا۔ ان کا یہ شعور ایک طرف ماضی کی عظمت رفتہ کی شان و شوکت کو اجالتا ہے تو دوسری طرف مستقبل کو درخشاں بنانے کی بات کرتا ہے۔ اقبال کے نعتیہ اشعار میں نبی مکرم ﷺ سے والہانہ لگاؤ عروج پر دکھائی دیتا ہے۔ درج ذیل اشعار بھی علامہ محمد اقبالؒ کی آپ ﷺ سے محبت کا خوبصورت اظہار ہے:

---

[19] علامہ اقبال، ڈاکٹر، جاوید نامہ مشمولہ کلیات اقبال (فارسی)، ۱۹۹۰ء، ص:۱۲۸
Allāmah Iqbāl, Dr, Jāved Nāmah , kulyāt e Iqbāl,1990, p:128

[20] ایضاً، ص:۱۲۶
Ibid,pg:126

"لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب
شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و با یزید تیرا جمال بے نقاب
تیری ﷺ نگاہِ ناز سے دونوں مراد پاگئے
عقل، غیاب و جستجو! عشق حضور و اضطراب"[21]

آپ ﷺ کے فیض سے مراد پانے کی آرزو لیے اقبال یوں گویا ہوتے ہیں:

"قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اُجالا کر دے"[22]

کیوں کہ اقبال اس راز سے آشنا ہو گئے تھے کہ محمد ﷺ کی محبت و اطاعت کو انسان پالے تو اللہ تعالیٰ کی رضا بھی اس کے شامل حال ہو جاتی ہے۔

"کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں"[23]

استغاثہ:

علامہ محمد اقبالؒ سرورِ کائنات نبی مکرم ﷺ کے حضور فریاد کرتے ہوئے ان سے رحمت و شفاعت کے طلب گار ہوتے ہیں:

---

[21] علامہ اقبال، ڈاکٹر، بالِ جبریل مشمولہ کلیات اقبال (اردو)، ۱۹۸۲ء، ص:۱۱۳
Allāmah Iqbāl, Dr, bāl e ğibarīl, kulyāt e Iqbāl,1982, p:113

[22] علامہ اقبال، بانگ درا مشمولہ کلیات اقبال (اردو)، ۱۹۸۲ء، ص:۲۰۷
Allāmah Iqbāl, Bāng e Darā, kulyāt e Iqbāl,1982, p:207

[23] ایضاً، ص:۲۰۸

Ibid,pg:208

"با خدا در پردہ گویم با تو گویم آشکار
یا رسول اللہ! او پنہاں و تو پیدائے من" 23[24]

(یا رسول اللہ! میں تو اللہ سے بھی آپ ﷺ کے توسط سے بات کرتا ہوں اس لیے کہ وہ میری آنکھ سے پوشیدہ ہے اور آپ ﷺ میرے سامنے ظاہر ہیں۔)

علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں زمانے کی گردشیں اور ستیزہ کاریاں نے اس جہان کے نور کو ظلمت کی تاریکی سے بدل دیا ہے۔ آپ ﷺ کی نظر کرم کے باعث ہی اس عہد بد اماں میں پناہ کا سامان ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے ہی انسان کو زندگی کا صحیح رنگ اور جینے کا ڈھنگ سکھایا۔ آپ ﷺ ہی تاریکی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی ملت کی کشتی کو پار لگا سکتے ہیں۔ علامہ محمد اقبالؒ نے جہاں کہیں بھی حضور ﷺ کے حضور فریاد پیش کی ہے وہاں اپنی قلبی کیفیات اور جذبات کی بجائے امت کی حالت زار پیش کرتے ہوئے ان سے استغاثہ کیا ہے کہ آپ ﷺ کی نظر کرم کی ہی اس امت کو منزل تک پہنچا سکتی ہے۔

"شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر
اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے
وہ لذت آشوب نہیں بحر عرب میں
پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفان کدھر جائے
ہر چند ہے بے قافلہ و راحلہ و زاد
اس کوہ و بیاباں سے حدی خوان کدھر جائے
اس راز کو اب فاش کر اے روح محمدؐ
آیات الٰہی کا نگہبان کدھر جائے" [25]

ایک جگہ یوں فرماتے ہیں:

---

[24] علامہ اقبال، ڈاکٹر، پیام مشرق مشمولہ کلیات اقبال (فارسی)، ۱۹۹۰ء، ص:۱۸۳
Allāmah Iqbāl, Dr, Payām e Mašriq, kulyāt e Iqbāl,1990, p:183

[25] علامہ اقبال، ڈاکٹر، ضرب کلیم، مشمولہ کلیات اقبال، (اردو)، ۱۹۸۲ء، ص:۴۶
Allāmah Iqbāl, Dr, Zarb e kaleem, kulyāt e Iqbāl,1982, p:48

"حضور ﷺ ! دہر میں آسودگی نہیں ملتی
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
ہزاروں لالہ و گل ہیں ریاضِ ہستی میں
وفا کی جس میں ہو بو، وہ کلی نہیں ملتی
مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں
جو شے ہے اس میں وہ جنت میں بھی نہیں ملتی"[26]

الغرض جب ہم اقبال کی نعتیہ شاعری کے فکری عناصر کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ علامہ محمد اقبالؒ اپنی شاعری میں رموز دین نبویؐ بتانے کے ساتھ ساتھ محبتِ رسولؐ سے بھی آشنا کرتے چلے جاتے ہیں۔

- عشق نبویؐ ہمارے ایمان کا خاصہ بھی ہے اور لازمہ بھی۔
- حضورؐ کے اسوہ حسنہؐ کی پیروی واتباع ہر مسلمان پر لازم ہے۔
- آپ ﷺ سے سچی محبت کی بدولت دین و دنیا میں سرخروئی مل سکتی ہے۔
- آپ ﷺ سے سچا عشق ہی مومن کی معراج ہے۔
- آپ ﷺ سے سچی محبت والفت رکھنے والا، روزِ محشر شفاعت کا حق دار ہو گا۔
- آپ ﷺ پر کثرت سے درود وسلام پڑھنا ایک مومن کی زندگی کا حاصل ہونا چاہیے۔
- اقبال کے نعتیہ اشعار میں جو آپ ﷺ سے سچا عشق اور سوز و گداز ہے، ہمیں بھی اپنی زندگیوں میں اسی جذبے کو پروان چڑھانے کی ضرورت ہے۔
- حضور ﷺ کی سچی محبت کو پانے کے لیے ہمیں اپنے اعمال کو سدھارنا ہو گا۔ یہی اسوہ حسنہؐ اور اقبال کا پیغام ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

[26]علامہ اقبال، ڈاکٹر، بانگ درا مشمولہ کلیات اقبال (اُردو)، ۱۹۸۲ء، ص:۱۹۷
Allāmah Iqbāl, Dr, Bāng e Darā, kulyāt e Iqbāl,1982, p:197